Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 2 (Oct-Dec 2023)
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

فرقہ واریت۔۔ عصرِ حاضر میں تدارک کے امکانات

Sectarianism Unveiled: Exploring Potential Remedies in the Contemporary Era

Mr. Ghulam Rasool
Ph.D. Scholar The University of Lahore
Email: saqibalvi2002@gmail.com

Dr. Ali Akbar Alazhari
Associate Professor, The University of Lahore

Abstract

This research paper explores the contemporary schisms and unrest prevalent in Muslim countries, with a particular focus on the subcontinent. Despite Islam's foundational principles of peace and unity, recent divisions have emerged, prompting an examination of the religious teachings that guide Muslims. Islam, inherently a force for unification, categorically rejects violence as a means of expression. The religion explicitly prohibits sectarianism, emphasizing unity among its followers. It is crucial to distinguish between legitimate differences of opinion, rooted in diverse interpretations of the Qur'an and Sunnah, and the divisive nature of sectarianism. This nuanced perspective recognizes such variations as a "difference of Ijtihād," reflecting variances in knowledge and understanding. Some interpret this term as a complete

OPEN ACCESS
CC BY

prohibition on any discussion of opinion, while others view certain discussions and divergences as opportunities for intellectual exploration and growth. This paper delves into these contrasting viewpoints, shedding light on the dynamic discourse surrounding religious interpretation within the Muslim community.

Keywords: Islam, Sub-continent, Qur'an and Sunnah, Ijtihād, Sectarianism.

تمہید

تجدید و احیائے دین کی راہ میں حائل رکاوٹوں میں سے عصرِ حاضر کی بہت بڑی رکاوٹ فرقہ واریت ہے۔ تفرقہ پروری ہی وہ تلوار ہے جس نے امتِ مسلمہ کی اجتماعیت اور شیر ازے کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔ اسی ناسور کی وجہ سے امتِ مسلمہ اجتماعیت کو ترک کر کے علیحدہ علیحدہ اکائیوں میں تقسیم ہو چکی ہے اور اپنا قومی و ملی تشخص فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھا کر اپنے اپنے تشخصات کو پروان چڑھانے کو سعیءلاحاصل میں مصروف ہے۔ فرقہ واریت ہمیشہ انتشار کو جنم دیتی ہے جس کی وجہ سے اتفاق و اتحاد پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ قوم و ملت کی اصل طاقت متحد ہونے میں ہوتی ہے۔ بقولِ اقبال:

"فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں"(1)

آج مسلم امہ کو درپیش مسائل میں سے بنیادی مسئلہ فرقہ واریت ہے۔ جملہ فرق میں سے ہر فرقہ خود کو برحق اور دوسرے تمام فرق کو باطل گردانتا ہے۔ ایک فرقہ دوسرے کے وجود کو قطعاً برداشت نہیں کرتا بلکہ بعض اوقات ہر فرقہ دوسرے کی تکفیر تک کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے بار بار فرقہ واریت سے منع فرمایا ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے بارہا فرقہ واریت پھیلانے سے منع فرمایا اور اجتماعیت واتفاق کا حکم دیا:

"وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا "(2)

اور سب مل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو۔

OPEN ACCESS
CC BY

اس آیت میں حبل اللہ سے مراد قرآن کریم ہے۔[3] جس کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم ہے۔ امام طبری "وَلَا تَفَرَّقُوا" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ولا تتفرقوا عن دين الله وعهده الذي عهد إليكم في كتابه من الائتلاف والاجتماع على طاعته وطاعة رسوله صلى الله عليه وسلم"[4]

"اور اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے عہد الگ نہ رہو جو اس نے اپنی کتاب میں تم سے لیا ہے کہ آپس میں الفت کا رویہ اختیار کرو اور اللہ و رسول کی اطاعت پر اکٹھے ہو جاؤ"

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ" [5]

"اور تم ان لوگوں جیسے نہ ہو جانا جنھوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا اور انھی لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔"

اس آیت کی تفسیر میں شیخ ابن عطیہ اندلسی لکھتے ہیں:

"هم نهى الله تعالى هذه الأمة عن أن يكونوا كالمتفرقين من الأمم واختلفت عبارة المفسرين في المشار إليهم فقال ابن عباس هي إشارة إلى كل من افترق في الأمم فيلدين فأهلكهم الافتراق وقال الحسن هي إشارة إلى اليهود والنصاري وقال الزجاج يحتمل أن تكون الإشارة أيضا إلى فرق اليهود وفرق النصارى"[6]

"اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ سابقہ ان امتوں کی طرح نہ ہو جاتا جنھوں نے فرقہ واریت اپنائی۔ اس میں مفسرین نے مشار الیہ میں اختلاف کیا ہے۔ بقول ابن عباس اس سے مراد ہر وہ امت ہے جس نے فرقہ واریت کی اور اس تفرقہ پروری نے انھیں ہلاکت میں ڈال دیا، حسن کا قول ہے کہ اس میں اشارہ یہود و نصاریٰ کی طرف ہے۔ زجاج نے کہا کہ اس میں اشارہ یہودیوں کے تمام فرقوں کی طرف بھی ہو سکتا ہے اور نصاریٰ کے فرقوں کی طرف بھی۔"

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

OPEN ACCESS
CC BY

"إنالله لايجمعأمتيأوقالأمةمحمدصلى الله عليه وسلم على ضلالة ويد الله معال جماعةومن شذ شذ إلى النار"[7]

"اللہ تعالی میری امت کو یا فرمایا امت محمدیہ کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ تعالی کا ہاتھ ہوتا ہے جبکہ جو شخص جماعت سے جدا ہوا وہ آگ میں ڈال دیا گیا۔"

وحدتِ امت کے ثمرات میں سے ایک ثمرہ یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت حاصل ہوتی ہے اور فرقہ بندی میں سوائے محرومی کے کچھ نہیں ملتا۔ نبی اکرم ﷺ کو اپنی امت میں اختلاف بے حد ناپسندیدہ تھا۔اس لیے سابقہ امتوں کی مثالیں دے کر باہمی افتراق و اختلاف سے ڈرایا کرتے تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''سمعت رجلا قرأ آية وسمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقرأ خلافها فجئت به التي صلى الله عليه وسلم فأخبرته فعرفت في وجهه الكراهية وقال كلا كما محسن ولا تختلفوا فإن من كان قبلكم اختلفوا فهلكوا''[8]

"میں نے ایک شخص کو نبی کریم ﷺ کی قراءت کے خلاف ایک آیت پڑھتے سنا تو میں اس شخص کو نبی کریم ﷺ کے پاس لے آیا اور میں نے آپ سے واقعہ بیان کیا تو میں نے آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر ناگواری کا اثر محسوس کیا، آپ ﷺ نے فرمایا تم دونوں صحیح پڑھتے ہو، اختلاف نہ کرو جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔"

ان آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ ﷺ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اسلام میں فرقہ واریت کی کوئی جگہ نہیں مگر کس قدر افسوس ناک لمحہء فکریہ ہے کہ اس وقت امت مسلمہ کئی فرقوں میں بٹ چکی ہے۔ قرآنی احکام اور فرموداتِ نبوی ﷺ کی موجودگی میں فرقہ واریت نے امت مسلمہ کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے جو تیزی سے تباہی اور ہلاکت کی طرف لے جا رہی ہے۔

فرقہ واریت کی تاریخ

تفرقہ پروری کی ابتدا پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ مسئلہ صرف اور صرف دورِ حاضر کا ہی نہیں ہے بلکہ اس کی تاریخ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک پہنچتی ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آغاز میں زکوۃ ادا نہ کرنے والوں کی صورت میں ایک فرقہ سامنے آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ قتال کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ سب کلمہ گو لوگ ہیں ان کے ساتھ

CC BY

قتال کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔اس اعتراض پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

”والله لأقاتلن من فرق بين الصلاة والزكاة فإن الزكاة على المال والله لو منعوني عناقا كانوا يؤذونها إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم لقاتلتهم على منعها قال عمر رضي الله عنه فوالله ما هو إلا أن قد قترح الله صدر أبي بكر رضي الله عنه فعرفت أنه الحق“(9)

”مجھے اللہ ذوالجلال کی قسم!میں ہر اس فرد سے قتال کروں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کیا زکوٰۃ تو مال پر فرض ہے۔اللہ کی قسم!اگر انھوں نے ایک رسی کی زکوٰۃ بھی نہ دی جو وہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانے میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم!اللہ تعالیٰ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ کھول دیا تھا تو مجھے پتہ چل گیا کہ حق وہی ہے جو ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما رہے ہیں۔“

الغرض ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرقہ واریت کی کونپلیں پھوٹنے سے پہلے ہی اسے جڑ سے اکھاڑ دیا۔حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دور میں فرقہ ءسبائی سامنے آیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ کے موقع پر خوارج کے نام سے ایک فرقہ وجود میں آیا۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مختلف ناموں سے مختلف فرقے بنتے رہے اور اپنے اثرات مرتب کرتے ہوئے ایک مخصوص عرصے کے بعد ختم ہو جاتے۔ان فرقوں میں کچھ نمایاں فرقوں کے نام قدریہ ،جبریہ،معتزلہ،مرجیہ اور جہمیہ ہیں۔

اس دوران میں اہلِ سنت وجماعت کے چار مشہور فقہی مذاہب کے ائمہ کرام منہ ءشہود پر جلوہ نما ہوئے اور انھوں نے اجتہاد کے ذریعے مسائلِ جدیدہ کا حل امت کے سامنے پیش کیا۔ان ائمہ میں سے ہر امام کا مقصودِ نظر اسلامی شریعت کے مطابق پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کر کے امت کے لیے آسانیاں پیدا کرنا تھا۔ان ائمہ کرام کے اجتہادات و استنباط میں کوئی ایسی چیز سامنے نہیں آتی جو اسلام یعنی قرآن و حدیث کی بنیادی تعلیمات سے متعارض ہو۔شریعتِ اسلامیہ کے مطابق مسائل کا حل دینے کا یہ قطعاً مطلب نہیں کہ ان ائمہ اربعہ کے درمیان کبھی اختلاف نہیں ہوا،بہت سے فروعی مسائل میں ان ائمہ کے درمیان اختلاف واقع ہوتا رہا مگر وہ اختلاف صرف مسائل میں علمی و اجتہادی اختلاف ہی رہا ان کے ایک دوسرے کے خلاف ہونے کا سبب نہیں بنا اور یہ بات نہ تو قابلِ اعتراض و گرفت ہے اور نہ ہی اسے فرقہ واریت پر محمول کیا جا سکتا ہے۔

CC BY

رسولِ اکرم ﷺ کے مبارک دور میں بھی کئی مرتبہ مختلف معاملات میں باہمی مشاورت کے دوران اختلاف ہوتا رہا اور اس رائے دہی کے اختلاف میں سے اگر کسی کی رائے کو ترک کر دیا گیا اور کسی کی رائے کو مان لیا گیا تو کسی نے اس معاملے کو ذاتی اختلاف نہیں بنایا۔ مثال کے طور پر نماز کے وقت کی اطلاع دینے کے لیے جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ لیا گیا تو کسی نے آگ جلا کر اطلاع دینے کی رائے پیش کی اور کسی صحابی نے ناقوس بجا کر لوگوں کو مطلع کرنے کا مشورہ دیا مگر بالآخر اذان کے مروجہ کلمات کے ذریعے اطلاع دینے پر حتمی فیصلہ ہوا۔[10] نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مابین بھی مسائل میں اختلاف موجود تھا۔ امام شاطبیؒ فرماتے ہیں:

”قال القاسم لقد أعجبني قول عمر بن عبد العزيز ما أحب أن أصحاب رسول الله لم يختلفوالأنه لو كان قولا واحدا كان الناس في ضيق وإنما أئمة يقتدي بهم فلو أخذ أحد بقول رجل منهم كان في سعة “[11]

”قاسم نے کہا کہ مجھے حضرت عمر بن عبد العزیز کا یہ قول بہت اچھا لگا کہ مجھے قطعاً یہ پسند نہیں ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپس میں اختلاف نہ کیا ہو تا اس لیے کہ اگر ان سے ایک ہی موقف روایت کیا جاتا تو اس سے لوگوں کو عمل کرنے میں تنگی پیش آتی، جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امام ہیں اور اماموں کی اقتدا ہوتی ہے۔ لہٰذا کوئی شخص کسی ایک صحابی کا قول بھی اختیار کر لے تو اس کے لیے کافی ہے۔“

مسلم امہ کے درمیان رائے میں اختلاف کے باوجود تعلقات کا انقطاع نہیں ہوتا تھا۔ امام ابنِ تیمیہ کا اس بارے میں موقف دیکھیے:

”وأما الاختلاف في الأحكام فأكثر من أن ينضبط ولو كان كلما اختلف مسلمان في شيء تهاجرا لم يبق بين المسلمين عصمة ولا أخوة ولقد كان أبو بكر وعمر رضي الله عنهما سيدا المسلمين يتنازعان في أشياء لا يقصدان إلا الخير “[12]

”احکام کے مسائل میں تو اس قدر اختلاف ہوا کہ اسے ضبطِ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ اگر مسائل کے اختلاف کی وجہ سے اہلِ اسلام میں تعلقات ختم ہو رہے ہوتے تو امت میں عصمت اور اخوت کا نام و نشان تک نہ رہتا اور البتہ تحقیق کہ حضرت ابو بکر صدیق اور

OPEN ACCESS
CC BY

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے باہمی اختلاف کا مقصد امت کی بھلائی ہوتا تھا۔"

لہٰذا اس حقیت کو سمجھنا بہت ضروری ہے کہ اختلاف اور مخالفت میں فرق ہوتا ہے جسے عصرِ حاضر میں اکثر نظر انداز کیا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا بحث سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ائمہ کا باہم اختلاف تھا مخالفت نہیں اور یہ اُس دور کا حسن ہے کہ ائمہ میں اختلاف کے باوجود احترامِ باہمی اور رواداری کا ماحول برقرار رہا۔ اُن کی عظمت یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی قابلیت اور علمی فوقیت کا کھلے دل سے اعتراف کرتے تھے۔ اس کی بہت سی امثلہ موجود ہیں۔ امام شافعیؒ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی فقہی برتری کو تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"الناس كلهم عيال على أبي حنيفة في الفقه "[13]

"فقہ میں تمام لوگ ابو حنیفہ کے محتاج ہیں"

علمِ ناسخ و منسوخ میں امام شافعی اپنے معاصرین کے مقابلے میں کامل واکمل مہارت کے حامل تھے۔ اس لیے ان کے اس تفوق پر امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

"عن محمد بن مسلم بن وارة أحد أئمة الحديث أن أحمد ابن حنبل قال له وقد قدم منمصر كتبت كتب الشافعي . فقال لا قال فرطت ما علمنا المجمل من المفسر ولا ناسخ حديث رسول الله صل اللهعليه و سلم من منسوخه حتى جالسنا الشافعي "[14]

"ائمہ حدیث میں سے ایک امام محمد بن مسلم بن وارۃ روایت کرتے ہیں مصر سے واپسی پر ان سے امام احمد بن حبنل نے کہا کہ آپ نے امم شافعی کی کتابیں نقل کی ہیں تو انہوں نے کہا نہیں تو امام احمد بن حنبل نے کہا کہ آپ نے زیادتی کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم مفسر سے مجمل کو نہیں جانتے تھے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں ناسخ و منسوخ کو جانتے ہیں یہاں تک کہ ہم امام شافعی کے پاس بیٹھے۔"

درج بالا اقتباسات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ ہمارے اکابرین وائمہ اپنے معاصر اہلِ علم کی علمی فوقیت کو دل جان سے تسلیم بھی کرتے تھے اور ان سے استفادہ بھی کرتے تھے جس کی وجہ سے ان میں تعصب و تنگ نظری کی بجائے وسعتِ نظر اور لیاقتِ علمی میں اضافہ ہوتا تھا۔ اس دور میں ان ائمہ کی تقلید کرنے والا یہ سمجھ کر تقلید کرتا تھا کہ وہ قرآن و سنت پر عمل پیرا ہے۔ ان ائمہ کی حیثیت ایسے ہوتی تھی جیسے کوئی استاد یارہ نما ہوتا

OPEN ACCESS
CC BY

ہے جو اشکالات کی توضیح و تشریح کر کے ان کے لیے آسانیاں پیدا کرتا تھا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے نقطہء نظر اور طرزِ عمل میں تبدیلی آتی گئی۔ جیسے ہی لوگوں کے رویے تبدیل ہوئے تو انھوں نے اپنے ہی فرقے اور جماعت کو حق پر سمجھنا شروع کر دیا اور اپنے علاوہ تمام مسالک و فرق کی تفسیق و تکفیر شروع کر دی۔لوگ اپنے اکابرین و اسلاف کی مہیا کردہ بنیادوں سے دور ہوتے چلے گئے۔ صورتِ حال یہاں تک پہنچ گئی کہ ہر مسلک و مذہب کے لوگ اپنے امام کے کسی قول و اجتہاد کی مخالفت کرنے والوں کو قرآن و حدیث کی مخالفت تصور کرنے لگے۔ حالاں کہ تحقیق کے دوران وہ جانتا ہوتا ہے کہ دوسرے کے امام کے قول اور رائے اس کے امام کے قول پر راجح ہے اور قرآن و حدیث کے زیادہ موافق اور قریب ہے۔

یہی اندازِ تقلید وقت گزرنے کے ساتھ آگے بڑھتا رہا اور آج کے دور میں چونکہ فرقوں کی کثرت ہے۔ ہر مسلک اور فرقہ خود کو قرآن و سنت کی اتباع کرنے والا گردانتا ہے اور اپنے علاوہ تمام جماعتوں اور فرقوں کو باطل سمجھتے ہوئے ان کے نقائص اپنی تحاریر و تقاریر میں ببانگِ دہل بیان کیے جاتے ہیں۔ اس رویے کی بدولت اب مختلف فرقوں میں لڑائی جھگڑے کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اور بعض اوقات قتل و غارت پر منتج ہوتی ہے۔

فرقہ ناجیہ

امتِ مسلمہ میں ایک مختلف فیہ مسئلہ یہ بھی ہے کہ جتنے فرقے وجود میں آ چکے ہیں ان میں سے ناجیہ فرقہ کون سا ہے؟ ہر فرقہ یہی دعویٰ کرتا ہے کہ نجات پانے والے واحد فرقہ انھی کا ہے اور باقی تمام فرقے جہنمی ہیں۔ امت کے فرقوں کے بارے میں حضور ﷺ کی واضح حدیثِ مبارک موجود ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

> ”ألا إن من قبلكم من أهل الكتاب افترقوا على ثنتين وسبعين ملة وإن هذه الملة ستفترق على ثلاث وسبعين: ينتان وسبعون في النار وواحدة في الجنة وهي الجماعة“(15)
>
> ”خبردار تم سے پہلے اہلِ کتاب بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور بلا شبہ یہ ملت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ان میں سے بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا اور یہ فرقہ جماعت ہو گی۔“

نجات پانے والی اور جنت میں جانے والی وہ جماعت کون سی ہو گی؟ اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے البتہ ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے اس کی وضاحت فرما دی، حضور ﷺ نے فرمایا:

OPEN ACCESS

"میری امت پر بھی وہی کچھ آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا اور دونوں میں اتنی مطابقت ہوگی جتنی جوتیوں کے جوڑے میں ایک دوسرے کے ساتھ۔ یہاں تک کہ اگر ان کی امت میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ زنا کیا ہو گا تو میری امت میں بھی ایسا کرنے والا آئے گا اور بنو اسرائیل بہتر فرقوں پر تقسیم ہوئی تھی لیکن میری امت تہتر فرقوں پر تقسیم ہو گی ان میں ایک کے علاوہ باقی سب فرقے جہنمی ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ نجات پانے والے کون ہیں۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کے راستے پر چلیں گے۔" (16)

صحابہ کرام کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"إن الله اختار أصحابي على جميع العالمين سوى النبيين والمرسلين واختار لي من أصحابي أربعة: أبا بكر وعمر وعثمان وعليا فجعلهم خير أصحابي كلهم خير" (17)

"بے شک اللہ ذوالجلال نے انبیا و رسل کے بعد میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تمام جہانوں میں سے منتخب فرمایا ہے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے میرے لیے چار کا انتخاب فرمایا ہے۔ ابو بکر، عمر، عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم اجمعین)، انھیں اللہ تعالیٰ نے میرے بہترین ساتھی بنایا ہے اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم بہتر ہیں۔"

اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حجت ہونے کی بحث:

امام شاطبیؒ لکھتے ہیں:

"أن جمهور العلماء قدموا الصحابة عند ترجيح الأقاويل فقد جعل طائفة قول أبي بكر وعمر حجة ودليلًا وبعضهم عد قول الخلفاء الأربعة دليلًا وبعضهم يعد قول الصحابة على الإطلاق حجة ودليلًا" (18)

"علمائے جمہور اقوال میں ترجیح کرتے ہوئے صحابہ کو مقدم رکھتے ہیں۔ ایک جماعت کا قول ہے کہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے اقوال ہمارے لیے حجت اور دلیل ہیں اور بعض کے ہاں خلفائے راشدین کے اقوال دلیل ہیں جبکہ بعض نے تمام صحابہ کے اقوال کو حجت اور دلیل قرار دیا ہے۔"

درج بالا بحث سے واضح ہوا کہ جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع و

CC BY

اطاعت کرے گا وہی فلاح پائے گا اور جو دین میں نئی باتیں داخل کرے گا یا بدعات کی پیروی کرے گا وہ ہدایت سے دور ہو گا۔ عمر ثانی حضرت عمر بن عبد العزیز کا تقدیر کی بابت سوال پوچھے جانے پر دیا جانے والا جواب انتہائی اہم ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

"اما بعد۔ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس کے معاملہ میں راہ اعتدال پر چلنے کیا اور اس کے بعد نبی ﷺ کی سنت کی اتباع کی وصیت کرتا ہوں اور اہل بدعت و مبتدعین نے جو کچھ دین میں ایجاد کر لیا ہے اسے چھوڑنے کی وصیت کرتا ہوں۔ تمھارے لیے ضروری ہے کہ سنتِ نبوی ﷺ کو مضبوطی سے تھامے رکھو کیونکہ وہ تمہارے لیے اللہ کے عذاب سے بچاؤ اور ڈھال ہے۔ جان لو کہ لوگوں نے دین میں کوئی بھی ایسی بدعت ایجاد نہیں کی جس کے بطلان پر اسلاف سے دلیل موجود نہ ہو۔ یا اس بدعت میں لوگوں کے لیے عبرت نہ ہو کیونکہ سنت کا اجرا ایسے شخص اور ہستی ﷺ نے کیا تھا جسے معلوم تھا کہ اس کی سنت کے خلاف میں کیا کیا خطائیں لغزشیں، حماقتیں اور گہرائیاں ہیں پس تم اپنے نفس کے لیے اس چیز (سنت نبوی) کو پسند کر لو جو جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم اور اسلافِ امت نے اپنے لیے پسند کیا تھا کیونکہ وہ علمِ دین سے آگاہ تھے اور بہت عمیق نظری اور تفکر و تدبر سے کام لے کر منع کی ہوئی چیزوں سے رک گئے تھے اور وہ احکامِ دین کا مفہوم سمجھنے پر ہم سے زیادہ قدرت رکھتے تھے اور ان میں جو فضائل تھے ان کی بنیاد پر وہ مزید بہتر تھے پس انہوں نے جتنا ضروری سمجھا بیان فرما دیا، جتنا ہمارے لیے مفید تھا ہم تک پہنچا دیا۔ اب اس پر نہ کوئی کمی اور نہ زیادتی کی ضرورت ہے۔ بلاشبہ اگر کسی نے کمی کوتاہی کی کوشش کی تو اس نے ظلم کیا اور اگر کسی نے زیادتی کی کوشش کی تو اس نے غلو کیا۔"(19) مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں فرقہ ناجیہ کی وضاحت کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ اس کا مصداق کون لوگ ہیں؟

فرقہ ناجیہ کا مصداق

وہ لوگ جو حضور ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع کرتے ہیں وہی ہدایت پر ہیں اور انھی پر فرقہ ناجیہ ہونا صادق آتا ہے۔ امام ابن ابی حاتم رازیؒ آیت کریمہ: "يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ"(20) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"عن ابن عباس في قوله: يوم تبيض وجوه وتسود وجوه قال تبيض وجوه أهل السنة والجماعة وبه عن ابن عباس وتسود وجوه قال تسود أهل البدعوالضلالة"(21)

CC BY

"ابن عباسؓ نے فرمایا "يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ" سے مراد اہل سنت والجماعت اور "وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ" سے مراد اہل بدعت اور گمراہ لوگ ہیں۔"

ابو القاسم اسماعیل بن محمد الاصبہانی فرماتے ہیں:

"والفرقة الناجية: أهل السنة والجماعة وأصحاب الحديث وهو السواد الأعظم. والدليل على أن الفرقة الناجية هو أهل السنة والجماعة أن أحداً لا يشك أن الفرقة الناجية هي المتمسكة بدين الله ودين الله الذي نزل بهكتاب الله وبنيته سنة رسول الله"[22]

"اور فرقہ ناجیہ سے مراد اہل سنت والجماعت اور محدثین ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کا شمار سوادِ اعظم میں ہوتا ہے اور اس بات کی دلیل کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت ہی ہیں اس بارے میں کسی ایک کو بھی شک و شبہ نہیں کہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جو اللہ کے دین کو تھامنے والا ہے اور اللہ کا دین وہ ہے جس کو لے کر کتاب اللہ نازل ہوئی ہے۔ اور اس کی بنیاد سنت رسول ﷺ ہے۔"

امام ابنِ تیمیہ نے بھی فرقہ ناجیہ اہلِ سنت وجماعت کو قرار دیا ہے۔وہ فرقہ ناجیہ کے عقائد و نظریات یوں بیان کرتے ہیں:

"اعتقاد الفرقة الناجية المنصورة إلى قيام الساعة أهل السنة والجماعة"[23]

"فرقہ ناجیہ کے عقائد جن کی قیامت تک مدد کی گئی ہے وہ اہل سنت والجماعت ہیں۔"

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرقہ ناجیہ کی تعریف یوں فرماتے ہیں:

"أقول الفرقة الناجية هم الآخذون في العقيدة والعمل جميعا بما ظهر من الكتاب والسنة وجرى عليه جمهور الصحابة والتابعين"[24]

"میں کہتا ہوں کہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جو عقیدہ اور عمل دونوں میں اس چیز کو لینے والا ہے جو کتاب اور سنت سے ظاہر ہو اور جس پر جمہور صحابہ کرام اور تابعین کا عمل ہو۔"

اور فرقہ غیر ناجیہ کے بارے میں شاہ صاحب بیان فرماتے ہیں:

"وغير الناجية كل فرقة انتحلت عقيدة خلاف عقيدة السلف أو عملا دون أعمالهم"[25]

OPEN ACCESS
CC BY

”اور غیر ناجیہ فرقہ وہ ہے جس نے سلف کے عقیدہ اور ان کے عمل کے خلاف کوئی عقیدہ اور عمل اپنالیا ہو۔“

تحقیقِ بالا سے واضح ہے کہ نجات پانے والا فرقہ وہ ہے جو سنتِ رسول ﷺ پر عمل کرے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے پر چلے۔ جس گروہ کا عقیدہ اور طرزِ عمل ایسا ہو گا وہ اہلِ سنت و جماعت میں سے ہے اور وہی نجات پانے والا فرقہ ہے۔وہ گروہ یا جماعت تفرقہ پروری کرنے والا نہیں سمجھا جائے گا۔

اسبابِ فرقہ واریت

امت میں فرقہ واریت پیدا ہونے کی بہت سے اسباب ہیں جن میں سے چند اہم اسباب پر بات کرتے ہیں۔ امام ابن العربي کے ہاں امت میں افتراق و انتشار کے کچھ اہم اسباب ہیں جن کی وضاحت کے بعد انھوں نے ان کی شرعی حیثیت بھی بیان فرمائی ہے۔چنانچہ وہ آیت کریمہ ”وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”التفرق المنهي عنه يحتمل ثلاثة اوجه“[26]

”وہ تفرقہ جس سے منع کیا گیا وہ تین طرح کا احتمال رکھتا ہے۔“

مذکورہ بیانیے کے بعد انھوں نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے جس کا مفہوم اختصار کے ساتھ حسبِ ذیل ہے۔

سببِ اوّل

عقائد میں اختلاف رکھنا،یعنی ایسے عقائد اپنانا جو قرآن و سنت کی تعلیمات کے خلاف ہوں۔ جس کی سب سے بڑی وجہ دوسرے فرقے یا جماعت کے خلاف معرکہ آرائی ہے۔ارشاد نبوی ﷺ ہے:

”ويحكم أو ويلكم لا ترجعن بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض“[27]

”تمہاری تباہی ہو، میرے بعد کافر ہو کر ایک دوسرے کی گردنیں نہ مارنا۔“

قرآن کریم میں اس کی مذمت کی گئی ہے۔ارشاد ربانی ہے:

”شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ“[28]

”تمھارے لیے بھی وہی دین مقرر فرمایا جس کی نوح علیہ السلام کو وصیت کی تھی اور آپ

CC BY

کی طرف ہم نے وحی کی اور اسی کا حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو دیا کہ اسی دین پر قائم رہو اور اس میں تفرقہ پیدا نہ کرنا۔"

امتِ مسلمہ میں آج فرقہ واریت کی سب سے بڑی وجہ اختلافِ عقائد ہے۔ مثلاً کچھ لوگوں نے حدیث کا انکار کر دیا، بعض لوگوں نے ایسے مباحث شروع کر دیے جن کا آکر میں نجات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں مگر اپنے ان تصورات میں اس قدر شدت اختیار کی کہ وہ عقائد کی صورت اختیار کر گئے مثال کے طور پر حضور ﷺ کی بشریت و نورانیت، حضور ﷺ کو کا علمِ غیب ہونا یا نہ ہونا،ں، آپ ﷺ کا سایہ تھا یا نہیں وغیرہ۔

سببِ ثانی

دلوں میں باہمی حسد اور رقابت کے جذبات پیدا ہونا۔ یہ وہ قبیح عمل ہے جس کہ وجہ سے آپس میں رنگ و نسل، ذات پات اور علاقائی ولسانی تعصبات پیدا ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی احادیث میں اس سے شدت کے ساتھ منع فرمایاہے۔ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"لا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تقاطعوا وكونوا عباد الله إخوانا"(29)

"تم آپس میں ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔"

یہ حدیثِ مبارک در حقیقت قرآنِ مجید کی درج ذیل آیت کی تائید میں ہے:

"وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا"(30)

"اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمھارے دلوں میں ایک دوسرے کی الفت پیدا کر دی اور تم اس کے فضل سے بھائی چارے میں آ گئے۔"

سببِ ثالث

امت میں افتراق کا تیسرا سبب اجتہادی اور فروعی مسائل میں اختلاف کو بنیاد بنا کر ایک دوسرے کے خلاف ہو جانا اور فروعات کو عقائد میں شمار کرتے ہوئے ان کے بنیاد پر ایک دوسرے کی تفسیق و تکفیر کرنا۔ کیونکہ ہر صاحبِ علم و فضل اور اجتہاد کی صلاحیت کے حامل افراد کو ایک خاص دائرہ میں رہتے ہوئے اجتہاد کا اختیار و حق حاصل ہے۔ کوئی بھی مسلمان اپنے ہاتھ سے اللہ کی رسی کو چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ اس لیے

CC BY

محض فروعات کی بنیاد پر ایک دوسرے کو سب وشتم کا نشانہ بنانا انتہائی غلط ہے۔ شریعتِ اسلامیہ میں ہر وہ اختلاف ممنوع ہے جو باہمی منافرت و تعصب پیدا کرے اور کسی فریق کو امت مسلمہ کی جماعتِ سوادِ اعظم سے علیحدہ کر دے امت میں فروعی و اجتہادی مسائل میں اختلاف پیدا ہونا محاسنِ شریعت میں سے ہے۔(31)

بہت سی احادیث میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مختلف اجتہاد کی صورتیں پیدا ہوئیں مگر ان میں سے کسی کو بھی غلط اور ناجائز نہیں کہا گیا جیسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت کا مفہوم ہے:

> ”کہ جب نبی کریم ﷺ جنگ احزاب سے واپس ہوئے تو ہم لوگوں سے فرمایا کہ کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں پہنچ کر، جب راستہ میں ہی عصر کا وقت آگیا، تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم نماز نہیں پڑھیں گے جب تک کہ وہاں (بنی قریظہ) تک نہ پہنچ جائیں اور بعض نے کہا کہ ہم تو نماز پڑھیں گے کیونکہ آپ ﷺ یہ کبھی نہیں چاہتے تھے کہ ہم قضا کر لیں جب اس کا ذکر رسول اکرم ﷺ سے کیا گیا تو آپ ﷺ نے کسی کو ملامت نہ کیا۔“(32)

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

> ”قال السهيلي وغيره في هذا الحديث من الفقه أنه لا يعاب على من أخذ بظاهر حديث أو آية ولا على من استنبط من النص معنى يخصصه“(33)
>
> ”سہیلی اور دیگر اہل نے علم نے کہا اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ نہ تو اس شخص کی مذمت ہو گی جو کسی حدیث یا آیت کے ظاہری معنیٰ سے استدلال کرے اور نہ ہی اس آدمی کو عیب لگایا جائے گا جو نص کے کسی ایسے معنیٰ سے استنباط کرے جو اس کی کوئی خاص مراد متعین کر دے۔“

سببِ رابع

عصرِ حاضر میں بالخصوص فرقہ واریت کی ایک بڑی وجہ طلبِ دنیا اور باہمی ضد و تقابل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”وإني و الله ما أخاف عليكم أن تشركوا بعدى ولكن أخاف عليكم أن تنافسوا فيها“(34)

CC BY

”اور واللہ مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرنے لگوگے، ہاں البتہ مجھے یہ ڈر ضرور ہے کہ تم دنیا کی طلب میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے لگوگے۔“

آپس کی ضد اور اس سے ہونے والے نقصانات پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ "[35]

”اور اہلِ کتاب میں علم آنے کے بعد جو باہمی افتراق پیدا ہوا وہ ان کی باہمی ضد کی وجہ سے ہوا۔“

تفرقہ بازی کے خاتمے کے لیے ممکنہ اقدامات:

آج امت میں سے فرقہ واریت کے تدارک کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات کرنا ضروری ہے۔

۱۔ اتباعِ قرآن و سنت

قرآن مجید رشد و ہدایت اور فلاح و کامرانی کا سرچشمہ ہے۔ لہٰذا قرآن مقدس کو اپنے معمولاتِ زندگی میں بنیاد بنایا جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

”ترکت فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما: كتاب الله وسنة نبيه“[36]

”میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کتاب اللہ اور نبی ﷺ کی سنت۔ جب تک تم انھیں مضبوطی سے تھامے رکھوگے ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔“

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو بنی نوع انسان کے لیے تاقیامت رہبر و رہنما ہے۔ قرآن مجید کی اولین و بہترین شرح سنتِ نبوی ﷺ ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے مفہوم کے لیے سنتِ نبوی ﷺ سے رہنمائی لی جائے اس سے قرآن مجید کے درست معانی و مطالب تک رسائی میں آسانی ہوگی اور تفرقہ پروروں کی بہت سی خود ساختہ باتوں سے آگاہی حاصل ہوگی۔ اس حقیقت کی تائید میں حضرت معاذ بن جبل والی روایت موجود ہے جب آپ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا جانے لگا اور حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ معاملات و مسائل کا حل کس طرح کروگے تو انھوں نے قرآن مجید کے بعد حدیث نبوی ﷺ سے رہنمائی کا کہا۔[37]

۲۔ بحث برائے بحث سے گریز

غیر ضروری مباحث سے اجتناب کرنے سے بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں اور اتفاق باہمی کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ آج ہمیں ان تمام ابحاث کو ترک کر دینا چاہیے جو لاحاصل اور بے فائدہ ہیں کیونکہ بعض اوقات

OPEN ACCESS

ایسی لایعنی گفتگو سے نوبت لڑائی جھگڑے تک پہنچ جاتی ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے غیر ضروری سوالات سے منع کیا ہے۔ (38)

۳۔ مختلف فیہ امور میں براہِ راست تحقیق

کسی دوسرے مسلک کے کسی بھی مختلف فیہ مسئلے پر اپنی رائے قائم کرنے اور اس پر فتویٰ صادر کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس مسلک کی لٹریچر سے براہِ راست یا اس مسلک کے علما احسن طریقے سے حقائق تک رسائی حاصل کی جائے۔ اس مختلف فیہ مسئلے پر جب انھی سے ان کے عقائد و نظریات کی بابت دریافت کر لیا جائے گا تو بہت حد تک معاملہ صاف ہو جائے گا۔ عصرِ حاضر میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے مسلک کی کتب سے بغیر سیاق و سباق عبارات اٹھائی جاتی ہیں اور پھر انھیں اپنی مرضی کے مطالب و مفاہیم دے کر اختلافات کو جنم دیا جاتا ہے۔ جس سے باہمی افتراق میں اضافہ ہوتا ہے۔

۴۔ تعصب اور کینہ پروری کا خاتمہ

فرقے بنانے اور انھیں پروان چڑھانے میں باہمی تعصب اور کینہ پروری کا بہت عمل دخل ہے۔ فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے لسانی، علاقائی، ذاتی، رنگ و نسل اور مسلکی تفوق و برتری کے بتوں کا پاش پاش کرنا پڑے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے ہر طرح کے ملی، قومی، رنگ و نسل، علاقائی اور حسبی و نسبی تعصبات کا خاتمہ کیا۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کا مفہوم ہے:

"ہم ایک جنگ میں تھے ایک مہاجر نے کسی انصاری کو مارا۔ انصاری نے (مدد کے لئے پکار کر کہا کہ اے جماعت انصار! اور مہاجر نے بھی پکار کر کہا اے جماعت مہاجرین! تو اللہ تعالی نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو یہ سنا دیا آپ نے فرمایا یہ کیا ہے لوگوں نے بتایا کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کو مارا۔ انصاری نے مدد کے لئے پکارا کہ اے جماعت انصار! اور مہاجر نے بھی مدد کے لئے پکارا کہ اے جماعت مہاجرین! تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح کی پکار چھوڑ دو یہ برا کلمہ ہے۔" (39)

مذکورہ بالا اندازِ تخاطب میں چونکہ تعصب اور خود پسندی کی بو تھی اس لیے حضور ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا اور اس سے منع فرمایا۔ خطبہ حجۃ الوداع میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

> "اے لوگو! تمہارا رب ایک اور تمہارا باپ بھی ایک ہے یاد رکھو کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو کالے پر اور کالے کو سرخ پر کوئی فضیلت و برتری نہیں سوائے تقویٰ کے۔" (40)

OPEN ACCESS
CC BY

یعنی دوسرے مسالک و فرق کے لوگوں کی پیروی نہ کرو مگر انھیں احترام دو اور ان کی عزتِ نفس کا خیال رکھو، خود کو سب پر فائق اور سب سے برتر نہ سمجھو، اس سے باہمی رواداری اور برداشت کا ماحول پیدا ہو گا۔

۵۔ دوسروں کے اکابر و اسلاف اور مقدس ہستیوں کا احترام

تفرقہ پروری کے نقصانات سے بچنے کے لیے ضروری ہے ہر مسلک کے اکابر و اسلاف اور ان تمام مقدس ہستیوں کا احترام کیا جائے جنھیں اللہ تعالیٰ یا رسول مکرم ﷺ نے قابلِ احترام بتایا ہے جملہ انبیا کرام کے بعد تمام بنی نوع انسان میں سے نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین افضل و اعلیٰ ہیں۔ لہٰذا اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شان میں نازیبا الفاظ کا استعمال اور ان کی بالواسطہ یا بلاواسطہ گستاخی اہلِ سنت و جماعت کی دل آزاری کا سبب بنتی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے بہت زیادہ فضائل قرآن و حدیث میں مذکور ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ صحابہ کرام، ازواجِ مطہرات اور اہلِ بیتِ مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں ادب و احترام کا انداز اپنایا جائے۔ اسی طرح ہر مسلک اور فرقے کے اکابر و اسلاف کے بارے میں بھی بات کرتے ہوئے مناسب الفاظ و انداز اپنایا جائے تاکہ دوسروں کی دل آزاری نہ ہو اور وہ بھی جواباً دوسرے فرقے کے بزرگوں کی توہین نہ کرے۔

۶۔ اشتعال انگیز خطابات سے اجتناب

باہمی اختلافات کبھی بھی عوام الناس میں حل نہیں ہوئے اور نہ ہو سکتے ہیں لہٰذا اگر کسی مسلک سے کوئی اختلاف ہو تو اسے عامۃ الناس میں زیرِ بحث نہ لایا جائے بلکہ مناسب و معقول انداز میں اس پر اصحابِ حل و عقد سے بات کی جائے۔ عوام میں مختلف فیہ مسائل پر گفتگو کرنے سے عوام میں نہ صرف باہمی منافرت پیدا ہوتی ہے بلکہ عوام علما سے بھی بد ظن ہوتی ہے۔ واضح لفظوں میں ایک دوسرے کو فاسق و فاجر یا گمراہ و بے دین کہنے سے بھی نزاعِ باہمی کی فضا پیدا ہوتی ہے اور فرقہ واریت کی آگ کو بھی ہوا ملتی ہے۔

امتِ مسلمہ کی اجتماعیت کی حتمی و قطعی مرکز

عصرِ حاضر میں اگر مسلمان اپنے ذاتی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے ایک مرکز پر مجتمع ہونا چاہیں تو وہ مرکز صرف اور صرف ذاتِ رسول مکرم ﷺ ہے، آپ ﷺ سے غیر مشروط محبت اور پختہ غلامی کا رشتہ استوار کیا جائے اور آپ ﷺ کی سنت و سیرت کی مکمل پیروی اور اتباع کی جائے۔

محض اللہ ذوالجلال کی وحدانیت کے اقرار کی بنیاد پر امتِ مسلمہ ایک اکٹھے ہونا ممکن نہیں اس لیے توحید کا عقیدہ تو اپنے طور پر یہودی اور نصرانی بھی رکھتے ہیں جبکہ جس امتیاز نے ہمیں ان دونوں مذاہب سے ممتاز

CC BY

کیا وہ فقط نسبتِ رسالت مآب ﷺ ہے اور یہی نسبتِ مصطفی ﷺ ہی در حقیقت عقیدۂ توحید کی عملی صورت اور پہچان ہے۔ہمارے عیسائیوں اور یہودیوں سے ممیز ہونے کا سبب حضور ﷺ کی رسالت پر ایمان اور آپ ﷺ سے نسبت ہی ہے۔صرف یہی وہ اساسِ محکم ہے جس پر روئے زمین پر بسنے والے تمام مسلمانوں کو متحد کیا جاسکتا ہے۔اس پر نبی اکرم ﷺ کا صریح فرمان موجود ہے:

”فمن اطاع محمدا فقد اطاع اللهومن عصي محمد فقد عصي اللهو محمدفرقبينالناس“(41)

”جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی، پس اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کینافرمانی کی اور محمد ﷺ لوگوں کے درمیان وجہِ امتیاز ہیں۔“

حاصلِ بحث

مندرجہ بالا مباحث سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ قرآن و حدیث میں فرقہ واریت کی قطعاً اجازت نہیں ہے بلکہ ہمیشہ تفرقہ پرور افراد اور گروہوں کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔کوئی بھی شخص یا مسلک و جماعت اگر قرآن و سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے سے ہٹے گی اسے فرقہ واریت پھیلانے والا سمجھا جائے گا۔فروعی و اجتہادی مسائل میں اختلاف ہونا اور ان مسائل پر اپنی اپنی رائے دینا فرقہ واریت نہیں ہے اور نہ ہی فروعی مسائل میں اختلاف کرنے یا اجتہاد کرکے اپنی لیے مسائل کا حل تلاش کرنے سے کوئی گناہ گار ہوگا۔جہاں شرعی و فقہی اختلاف کی گنجائش ہو وہاں تمام مجتہدین کا احترام کرناچاہیے۔مذاہبِ اربعہ اور اہل الظواہر کو ایک ہی جماعت سمجھا جائے کیونکہ ان کے باہمی اختلافات صرف فروعی و اجتہادی ہیں اور یہ تمام کا علمی و شرعی مصادر پر متفق ہے۔ان تمام فقہا کے عقائد میں اختلاف نہیں اور نہ ہی جائز اور ناجائز ہونے، حلال یا حرام ہونے میں زیادہ اختلافات ہیں بلکہ ان کے اکثر اختلاف اس بارے میں ہیں کہ یہ مسئلہ سنت ہے یا نہیں۔ ان تمام کا تعلق اہلِ سنت و جماعت سے ہے اور یہ سب اسی زمرے میں آتے ہیں اس لیے کہ ان کا باہمی اختلاف فہمِ نصوص میں ہے یا ان کے اطلاق میں ہے اور اس طرح کے اختلافات کو شریعت نے پسند کیا ہے بلکہ یہ شریعت کے محاسن میں سے ہے۔تعصب و تنگ نظری کی بنیاد پر، ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے، اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے، دنیاوی طلب میں اور اپنی ذاتی شناخت بنانے کے لیے اختلافات اور تفرقہ کو ہوا دینا انتہائی قابلِ مذمت ہے۔

CC BY

حوالہ جات

(1) اقبال، علامہ محمد، کلیاتِ اقبال اردو (بانگِ درا)، الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، لاہور، 2006ء، 236

(2) آل عمران: 103

(3) مسلم بن حجاج، ابو الحسن، الصحیح، بیروت، داراحیاء التراث العربي، س ن، 4/1874

(4) الطبری، محمد ابن جریر، جامع البیان في تاویل القرآن، موسی الرسالۃ، 1420ھ، 7/74

(5) الاعراف: 105

(6) ابن عطیہ الاندلسی، عبدالحق بن غالب، ابو محمد المحرر الوجیز في تفسیر الکتاب العزیز، بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1422ھ، 1/486

(7) الترمذی، محمد بن عیسی، ابو عیسی، السنن، مصر، مکتبہ ومطبعہ مصفطی البابی الحلبی، 1395ھ، 4/466

(8) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، دار طوق النجاۃ، 1422ھ، 4/175

(9) البخاری، الصحیح، جلد 2، 105

(10) البخاری، الصحیح، 1/125

(11) الشاطبی، ابراہیم بن موسی، الموافقات، دارابن عفان، 1417ھ، 5/68

(12) ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، ابو العباس، مجموع الفتاوی، دار الوفاء، 1426ھ، 24/173

(13) السرخسی، محمد بن احمد، شمس الائمہ، المبسوط، دارالمعرفۃ بیروت، 1414ھ، 1/3

(14) ابن صلاح، عبدالرحمن بن عثمان، مقدمہ ابن صلاح في علوم الحدیث، دارالفکر، بیروت، 1406ھ، 1/277

(15) ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، السجستانی، السنن، مکتبۃ العصریہ صیدا، بیروت، س ن، 4/198

(16) الترمذی، السنن، 5/26

(17) المتقی، علاؤالدین علی بن حسام، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، موسسۃ الرسالہ بیروت، 1401ھ، 13/236

(18) الشاطبی، الموافقات، 4/456

(19) ابو داؤد، السنن، 4/202

(20) آل عمران: 106

(21) الرازی، ابن ابی حاتم، عبدالرحمن بن محمد، تفسیر القرآن العظیم، مکتبہ نزار مصطفی، المملکۃ العربیہ السعودمیر، 1419ھ، 3/729

CC BY

[22] التیمی، الاصبهانی، اسماعیل بن محمد، ابو القاسم الحجة في بيان المحجة وشرح عقيده اہل سنة، دار الرایة، 1419ھ، 2/409
[23] ابن تیمیہ، احمد بن عبد العلیم، تقی الدین، العقیدہ الواسطیہ، اضواء السلف، الریاض، 1420ھ، 1/54
[24] الدھلوی، شاہ ولی اللہ، الامام، حجۃ اللہ البالغہ، دار الجیل، بیروت، 1426ھ، 1/289
[25] الدھلوی، شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، 1/289
[26] ابن العربي، محمد بن عبد اللہ، احکام القرآن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1424ھ، 1/381
[27] البخاری، الصحیح، 8/159
[28] الشوریٰ:13
[29] مسلم بن حجاج، الصحیح، 4/1983
[30] آل عمران:103
[31] ابن العربي، احکام القرآن، 1/382
[32] البخاری، الصحیح، 2/15
[33] عسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفت، بیروت، 1379ھ، 7/409
[34] البخاری، الصحیح، 2/91
[35] الشوریٰ:14
[36] مالک بن انس، الامام، الموطا، دار احیاء التراث العربي، بیروت، 1406ھ، 2/899
[37] ابو داؤد، السنن، 3/303
[38] مسلم بن حجاج، ابو الحسن، الصحیح، 2/975
[39] البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، دار طوق النجاۃ، 1422ھ، 6/154
[40] احمد بن حنبل، الامام، المسند، موسسۃ الرسالۃ، 1421ھ، 38/474
[41] البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، 2/1081

OPEN ACCESS
CC BY